16 جنوری 1981ء

26/29

فاسد اعتقاد

اکثر ابنائے زمانہ بعض تقلید کی بناء پر، بعض محض اپنے علم کے زور پر اور بعض ایسے علم کی بناء پر جس میں ذوق کی شمولیت ہے (خواہ کسی محدود مقدار میں) اور بعض نے الحاد و زندقہ کی بناء پر اس توحید وجودی کا دامن تھام لیا ہے اور وہ ہر چیز کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق ہی جانتے ہیں اور وہ اپنی گردنوں کو کسی نہ کسی ترکیب سے تکلیف شرعی کے طوق سے آزاد کر لیتے ہیں۔ اور احکام شرعیہ کے بارے میں تساہل اور مداہنت سے کام لیتے ہیں اور اس معاملہ میں بڑے مسرور اور مطمئن نظر آتے ہیں یہ لوگ اوامر شرعیہ پر عمل کرنے کی ضرورت کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو اس کو ضمنی اور تبعی بات سمجھتے ہیں، وہ مقصود اصلی شریعت کے ماوراء خیال کرتے ہیں، حاشا و کلاّ ثم حاشا و کلاّ ھم اللہ تعالیٰ سے ایسے اعتقاد فاسد سے پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
مکتوب ۴۳ دفتر اوّل
بنام شیخ فریدؒ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ ―― (۱۸) ―― محمد سعید الرحمن علوی

عن ابی عبدربہ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ بْنَ ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما یَقُوْلُ عَلٰی ھٰذَا الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّ مَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَّ فِتْنَۃٌ وَ اِنَّمَا مَثَلُ عَمَلِ اَحَدِکُمْ کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاہُ طَابَ اَسْفَلُہٗ وَ اِذَا خَبُثَ اَعْلَاہُ خَبُثَ اَسْفَلُہٗ۔ (کتاب الزہد والرقائق لابن المبارک ص ۲۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو عبدربہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا آپ اس منبر پر ارشاد فرماتے تھے کہ مَیں نے حضرت نبی کریم رحمۃ للعالمین فخر موجودات، شافع روز محشر، قائد انسانیت اور امام ھدیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ دنیا سے جو باقی رہ جاتا ہے وہ سراسر مصیبت اور آزمائش ہے۔ اور تم میں سے ہر شخص کے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے برتن۔ جب اس کا اوپر کا حصّہ پاک و طیّب ہوتا ہے تو نچلا حصّہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور جب اعلیٰ حصّہ ناپاک ہوتا ہے تو نچلے حصّہ کی بھی وہی حیثیت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو اس دنیوی مال کا جو انسان چھوڑ مرے۔ اسے نبی کریم علیہ السلام نے بلاء اور فتنہ سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے انسانی اعمال کو برتن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جہاں تک دنیوی مال کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر آزمائش اور فتنہ کا باعث ہے قرآن عزیز نے واضح کیا ہے۔ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ―― یہ آیت سورۃ انفال اور سورۂ تغابن میں موجود ہے اور اس میں بڑی وضاحت سے مال اور اولاد کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے ―― ہاں انسان مال کے حصول میں دیانت داری اور صحیح ذرائع کو اپنائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق اسے خرچ کرے تو ایسا مال یقیناً "اللہ کے فضل" میں شمار ہوتا ہے اور خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے لیکن اگر حصولِ دولت کے ذرائع غلط اور اس کا مصرف بھی غلط ہو تو ایسی دولت قرآن و سنت کی روشنی میں انسان کے زوال و ادبار اور دنیا و آخرت میں اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتا ہے ―― رہ گیا یہ قصہ کہ آدمی مر گیا اور دولت چھوڑ گیا۔ تو یہاں اس کو بطور خاص فتنہ اور آزمائش کہا گیا ہے۔ اور آج کے دَور میں کم از کم اس کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ انسان اپنی زندگی میں اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہیں دیتا جس سے وہ اولاد معاشرہ کے لئے ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔ وہ معاشرے میں فساد پھیلاتی، گڑ بڑ کرتی اور اپنے بڑوں کا نام بھی رسوا کرتی ہے۔ سرورِ کائنات علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد جو چیزیں اس کے لئے خیر کا ذریعہ بنتی ہیں ان میں اس کی ایک صالح اولاد بھی ہے جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرتی

(باقی ۴ پر)

ہفت روزہ
خُدّام الدّین
لاہور

جلد ۲۶ ⁂ شمارہ ۲۶
۹ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ⁂ ۱۶ جنوری ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک: سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰ | سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

اداریہ

نئی حج پالیسی

اسلام آباد میں منعقدہ چوتھی حج کانفرنس کے موقع پر جس نئی حج پالیسی کا اعلان کیا گیا ہے وہ قومی اخبارات کے ذریعہ قارئین ملاحظہ کر چکے ہوں گے۔

حج اسلام کے بنیادی ارکانِ خمسہ میں سے ایک ہے اور سرورِ کائنات علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق یہ ان ارکان میں شامل ہے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے ―― سرورِ کائنات علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جو شخص صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا وہ بہت بڑا مجرم ہے اور اس کی موت المناک ہو سکتی ہے، وہ یہودی بھی ہو سکتا ہے اور عیسائی بھی۔ قرآن عزیز نے صاحبِ استطاعت مسلمانوں کے لئے حج کو لازمی اور ضروری قرار دیا۔ اور اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ عمل مقدس زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

سرورِ کائنات علیہ السلام کی زندگی میں جب حج فرض ہوا تو پہلے سال آپ نے اپنے عزیز ترین ساتھی اور صحابی حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و امارت میں مسلمانوں کو حج کے لئے بھیجا اور اگلے سال خود آپؐ نے حج کیا جس میں ہزاروں پروانگان شمع رسالت آپؐ کے ساتھ تھے یہ آپؐ کی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا حجۃ الوداع کے نام سے وہ مشہور ہے اور اس میں آپؐ کا خطبہ انسانیت کے لئے ایسا منشور ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ستم رسیدہ دنیا امن و سکون سے رہ سکتی ہے۔ آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسلم حکمرانوں نے اس فرض کی بجا آوری کے لئے ہر ممکن سعی کی اور لوگوں کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں۔

اللہ کے بندوں کی عظیم تعداد ہے جو ان چودہ صدیوں میں یہ فرض ادا کر چکی ہیں اور جن پریشان لوگوں کو اس کا موقعہ نہیں ملتا وہ بھی اسی حسرت اور خواہش میں رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ سعادت نصیب ہوجائے۔

جب ہم پر غیروں کی حکومت تھی تو اس زمانہ میں فریضہ حج ادا کرنے والے بڑے آرام و سکون سے چلے جاتے تھے اور اپنا فرض ادا کرکے واپس آجاتے تھے۔ اس وقت چند ممالک کو چھوڑ کر ہر حکومت جو مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی وہ اپنی مسلم رعایا کے افراد کو سہولتیں فراہم کرتی ہیں اور جو چند ممالک اس معاملہ میں غفلت کا شکار تھے وہ اپنی ملحدانہ پالیسی کے باوجود اب محدود تعداد میں اپنی مسلم رعایا کو بھیج دیتے ہیں اور انہیں آسائشیں مہیا کرتے ہیں۔

ہمیں یہ کہتے میں بہر حال باک نہیں کہ مختلف ادوار کی پاکستانی حکومتوں نے اس معاملہ میں خاصی بھاگ دوڑ کی تاہم پھر بھی آئے سال شکایات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ امسال جو ویلفیئر افسر بھیجے گئے تھے ان کے عدم تعاون کی بہت زیادہ شکایت ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں اس مرتبہ آگ لگنے کا حادثہ پیش آیا لیکن بدقسمتی سے ہمارے کسی ذمہ دار آدمی نے اُدھر کا رُخ نہ کیا۔ یہ وہ بات ہے جس کا واپس آنے والے حجاج نے اخباری بیانات میں ذکر کیا ہے۔ موجودہ پالیسی میں ردّو بدل کا امکان ہے تاہم جو باتیں سامنے آئی ہیں ان میں سے اکثر سراہنے کے قابل ہیں اور ہمیں امید ہے کہ نہایت احسن طریقہ سے انہیں پورا کیا جائے گا اور اہلِ علم و دانش کی طرف سے جو مزید بہتر تجاویز ہوں گی ان پر بھی غور کرکے انہیں پالیسی میں شامل کر لیا جائے گا۔

ایک بات ہم کہنا چاہتے ہیں کہ بدقسمتی سے بعض لوگوں نے اس مقدس فرض کو عجیب رنگ دے رکھا ہے اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کسی نہ کسی طرح ہر سال وہاں جا پہنچتے ہیں۔ اس قسم کے افراد کے کاروباری معاملات اور دوسرے مسائل بالعموم معاشرہ میں تنقید کا باعث بنتے ہیں اس قسم کے افراد پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ اور اس شوق کے ساتھ انہیں پوری زندگی میں دیانت و شرافت اور ایمانداری کی راہ پر لانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

امید ہے کہ اس اشاراتی گفتگو پر عمل کا انتظام کیا جائے گا۔

علوی

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتی ہے، اور آپ دیکھیں کہ اچھی اولاد کے اچھے اعمال اور اس کی اچھی حرکات کو دیکھ کر ہر آدمی اس کی تعریف کرے گا اور اس کے والدین کو خواہ مخواہ یاد کریگا اور کہے گا کہ اچھوں کی اولاد جو ٹھہری لیکن تعلیم و تربیت سے محروم اولاد نہ صرف مرے ہوئے والدین کا نام رسوا کرائے گی بلکہ ان کی چھوڑی ہوئی دولت تباہ و برباد کرے گی اور یہ روزمرہ کے مشاہدات ہیں کہ اس چھوڑی ہوئی دولت پر ورثا لڑتے، جھگڑتے اور قتل تک ہو جاتے ہیں اور مقدمہ بازی تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔

دوسری بات انسانی اعمال کی ہے جو ایک برتن کی مانند ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک برتن میں ڈالی ہوئی چیز ایک جیسی ہوگی یہ تو ممکن نہیں کہ برتن میں پانی بھی ڈالا جائے اور اس کے ساتھ شراب یا پیشاب جیسی ناپاک چیز کے قطرات بھی ڈال دئے جائیں اس کا اوپر نیچے کا حصّہ یکساں ہوتے ہیں اندر باہر میں فرق نہیں ہوتا اندر پاک صاف ہے تو باہر بھی پاک صاف ہوگا۔ اور معاملہ برعکس ہے تو پھر ظاہر و باطن کا معاملہ ایک جیسا ہوگا۔

یہی حال انسان کا ہے اس کا باطن اور اس کا قلب نورِ ایمان

(باقی ۶ پر)

مجلسِ ذِکر

ضبط و ترتیب : علوی

سب سے توڑ، رب سے جوڑ

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات و معزز خواتین!

اس مجلس کا مقصد جیسا کہ آپ جانتے ہیں مل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ آخر میں چند منٹ دین کی باتیں ہوتی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر عمل کا داعیہ ہمارے اندر پیدا کر دے اور ہماری زندگیاں سنبھل جائیں۔

قرآن عزیز کی ایک بہت ہی مشہور آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے وہ نسخہ ارشاد فرمایا ہے جس پر عمل پیرا ہوکر ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن سکتے ہیں —— ارشاد ربانی کا ترجمہ ہے :-

"کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبّت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(حضرت لاہوریؒ)

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی جلائی ہوئی مشعل سے ہم برابر روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو کام کئے ان میں ایک بڑا اہم کام قرآن کریم کا ترجمہ اور اس کی بڑی مختصر مگر جامع تفسیر ہے۔ دریا بکوزہ کی مثال اس پر صادق آتی ہے —— اس میں آپ اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"اے مسلمانو! تم جب خدا تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا وعدہ کرتے ہو اور تمہاری خواہش یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری ایسی ہی مدد کرے، جیسی وہ اپنے دوستوں کی کرتا ہے تو میرے طریقہ پر چلو، جس طرح میں خدا تعالیٰ کے حکم پر چلنے کے لئے ساری دنیا کی پروا نہیں کرتا تم بھی خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہوجاؤ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ضرور مدد ملے گی۔"

اسلام جس کا ہم آپ سب دم بھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق اور فضل سے جس کے قبول کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائی وہ ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ کسی کو تمہارے ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ پہنچے۔ انسان چھوڑ حیوانات کے بھی اس نے حقوق بتلائے اور ان کے معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرایا لیکن دوسری طرف اس اسلام کا تقاضا ہے کہ جس خدائے بزرگ و برتر نے تمہیں پیدا کیا جو تمہارا مولیٰ، داتا اور مالک ہے جو تمہاری ہر ضرورت کو پورا کرتا اور ہر مشکل سے تمہیں نجات دلاتا ہے اس کی راہ —— وہ راہ جسے بتانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے جس کی آخری کڑی محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ ہیں —— میں کوئی رکاوٹ آئے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرو یہ رکاوٹیں مختلف انداز سے تمہارا راستہ روک سکتی ہیں

لیکن تمہیں ہر رکاوٹ کا مردانہ وار مقابلہ کرکے اپنی منزل پر پہنچنے کی فکر چاہیے ـــــ وہ منزل رضاءِ الٰہی ہے جو بندۂ مومن کی اصل خواہش اور ضرورت ہے۔

حضور سرور کائنات علیہ السلام کی زندگی یہی تو ہے ـــــ کیسی کیسی رکاوٹیں آئیں لیکن کسی کی پروا نہیں کی۔ تعلقات و علائق کے واسطے ڈٹ گئے۔ دولت و ثروت آپ کے قدموں میں ڈھیر کرنے کی ترغیب دی گئی۔ مکّہ اور اس کے گرد و پیش کا حق حکومت آپ کو ودیعت کرنے کا اعلان ہؤا لیکن چونکہ یہ سب باتیں مشروط تھیں اس شرط کے ساتھ کہ آپ خدا کی بات چھوڑ دیں، کلمہ حق کی تبلیغ ختم کر دیں۔ ہمارے معبودانِ باطلہ کی مذمت نہ بیان کریں۔ اس لئے آپ نے ہر چیز پائے حقارت سے ٹھکرا دی۔ اور واضح فرمایا کہ ایسا ممکن نہیں۔ مجھے تو وہ کام کرنا ہے جس کے لئے میں مبعوث ہؤا ہوں۔

آیت میں ہمارے لئے یہی سبق ہے اور آپؐ کی زندگی میں ہمارے لئے یہی اسوہ ہے ـــــ مشکل یہ بن گئی ہے کہ آج ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دسیوں قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہیں اور ہر خرابی کے لئے سو بہانے تراشتے ہیں ـــــ شادی کا مرحلہ آتا ہے تو ہر وہ رسم پوری کی جاتی ہے جو اسلام کی سادہ تعلیم کا منہ چڑاتی ہے جس میں اسراف کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے جس میں اوقاتِ عزیز ضائع ہوتے ہیں لیکن عذر یہ ہے کہ کیا کیا جائے برادری نہیں مانتی، سوسائٹی کے ناگزیر تقاضے یہی ہیں اور ایسا نہ کیا گیا تو ناک کٹ جائے گی ـــــ گویا اس دنیا میں ہم اپنی ناک کی بہت فکر کرتے ہیں لیکن آخرت کی ہمیں فکر نہیں۔ اگر خدانخواستہ وہاں "نک کٹوں" کی قطار میں کسی کو کھڑا کر دیا گیا تو اس کا کیا حشر ہوگا؟

شادی کے علاوہ باقی معاملات زندگی کا بھی یہی عالم ہے۔ اسی لئے ہم سکون قلبی اور طمانیت کی نعمت سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ضرور ہے لیکن محبوب کس بات سے خوش ہے اور کس بات سے ناخوش اس کی ہمیں فکر نہیں۔ اس نے سرور کائناتؐ کو ایک مثالی انسان کی حیثیت میں دنیا میں بھیجا اور اس کے طریقِ زندگی اور اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تلقین کی فاتّبعونی کی اصل رمز یہی ہے۔ اس رمز کو نہ سمجھنا بدبختی ہے اور اس پر عمل نہ کرنا دنیا و آخرت کی نامرادی کی دلیل ہے۔

آئیں اپنے اللہ سے عہد کریں کہ آئندہ ہم محتاط رویہ اختیار کریں گے اور اسی کی بتلائی ہوئی راہ پر چلیں گے اللہ تعالیٰ حسن عمل کی توفیق دے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

سے منور و آراستہ ہے تو اس کے اثرات اعضاء و جوارح سے ظاہر ہوں گے اندر خباثتیں بھری ہیں تو ظاہری اعمال سے بھلائی کی توقع عبث ہے۔

حضور علیہ السلام نے دل کو اتنی جو اہمیت دی اور اس کی درستگی و بگاڑ کو ساری انسانی مشینری کے بگاڑ و درستی کا باعث قرار دیا۔ تو اس کی یہی وجہ ہے کہ انسانی قلوب فی الحقیقت وہ منبع برق ہیں جن سے سارا ماحول روشن و منور ہوتا ہے اگر جنریٹر خراب ہو جائے تو سارے ماحول پر تاریکی چھا جائے گی۔

ان واضح حقائق کی طرف سرکار دو عالم علیہ السلام نے توجہ دلائی اے کاش! فہم صحیح نصیب ہو، اور عمل کا جذبہ بیدار ہو۔

ایک ضروری اعلان

بعض حضرات پرچہ کی خریداری، بل، اشتہار کی رقوم ادارہ کے بعض افراد کے نام ارسال کر دیتے ہیں۔ جس سے خاصی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں ـــــ ازراہ کرم اس سلسلہ کی جملہ رقومات مینجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے نام ارسال کریں ـــــ ضروری ہے۔

(ناظم)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

اُخروی نعمتیں کِن کو نصیب ہوں گی؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمن الرحیم :ـــ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ... وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (صدق اللہ العلی العظیم)

قرآن کریم کی سورۃ حدید سے دو آیتیں (۲۰-۲۱) تلاوت کی گئیں جن کا ترجمہ یہ ہے:ـ

"جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے اور زیبائش اور ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے پہ مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے، جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تُو اسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وُہ چُورا چُورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے؟ اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے ان کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے. یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

پس منظر

بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ

اس سورۃ کا موضوع "طریق حصول سلطنت" ہے ـــــ سورۃ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کا ذکر فرمایا جس میں یہ اشارہ ہے کہ عزت و سلطنت اسی کے قبضہ میں ہے۔ اور انسان عزت چاہتا ہے تو "عزیز" کی تابعداری کرے۔ چھٹی آیت کے اختتام تک خالق ارض و سماء کی کبریائی کا بیان ہے۔ پھر بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کی دی ہوئی دولت میں سے خرچ کرنے کا حکم ہے اور فرمایا گیا ہے، کہ "اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا" گویا بتلا دیا کہ تم سے پہلے بھی لوگ دنیا میں تھے، وہ گئے ان کی جگہ تم آئے. اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کروگے اور خدا کی راہ میں خرچ کروگے تو تمہیں بڑا اجر ملے گا۔ اس کے بعد بندوں کو جھنجھوڑا ہے کہ آخر تم ایمان کیوں نہیں لاتے؟ جبکہ اللہ کا رسول تمہیں برابر اس کی دعوت دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اس کا وعدہ بھی لے چکا ہے ـــــ اور اللہ کا رسول اپنی طرف سے تو کوئی بات نہیں کہتا ہے۔ اس کا رب اپنی آیتیں اس پر نازل کر رہا ہے، انہی سے وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے اور اس سے مقصد تمہیں کفر و شرک اور بدعات

کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے پھر بھی تمہیں احساس نہیں ہوتا —— دسویں آیت میں انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرنے پر جھنجھوڑا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا ورثہ اللہ تعالےٰ کا ہے اس نے تمہیں دیا تمہیں اس کی راہ میں دینا چاہیئے۔ ساتھ ہی ان لوگوں کی تعریف فرمائی۔ جنہوں نے عسرت و تکلیف کی زندگی میں (فتح مکہ سے قبل) راہ خدا میں جی کھول کر خرچ کیا۔ پھر حضرت حق نے بندوں سے "قرض" کا مطالبہ کیا۔ اور فرمایا کہ جو اللہ کو قرض دے گا اللہ تعالےٰ اسے دوگنا اجر اور اچھا بدلہ دیں گے۔ بعد ازاں صبح قیامت میں اہل ایمان اور اہل نفاق کا ذکر ہے کہ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے والوں کا تو یہ حال ہوگا کہ وہ نورِ ایمان کی وجہ سے کامیابی سے سرفراز ہوں گے لیکن منافق عذاب الٰہی سے دو چار ہوں گے۔ اسی سلسلہ میں اہل نفاق اور اہل ایمان کا ایک مکالمہ بھی ہے کہ کس طرح اہل نفاق اہل ایمان کو پکاریں گے کہ رُک جاؤ ہمیں بھی ساتھ لے لو ہم بھی تمہارے ایمان کی روشنی سے فائدہ حاصل کر لیں اور یہ بھی کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ —— اس کے جواب میں اہل ایمان یہ تو کہیں گے کہ تم دنیا میں ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال لیا۔ تم شک میں مبتلا رہے دنیوی آرزوؤں نے تمہیں دھوکہ میں ڈالا اور نفس و شیطان کے فریب نے تمہیں کہیں کا نہ رہنے دیا —— پھر انہیں جہنم کی وعید سنائی جائے گی —— اس سے ذرا آگے بڑھ کر راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کی بارِ دگر تعریف ہے اللہ کی طرف سے ان کے لئے اجر و ثواب اور مغفرت کے وعدوں کا ذکر ہے اور پھر وہ آیات ہیں جن کا ترجمہ آپ نے ابتداء میں ملاحظہ فرمایا۔

دنیا کیا ہے؟

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جس دنیا پر تم اتنے ریجھے بیٹھے ہو وہ محض کھیل تماشہ ہے، آپس کا فخر و غرور ہے۔ ہر آدمی دنیوی زیبائش میں ایک دوسرے پر فخر کرتا اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی فکر میں ہے۔ میری کوٹھی ایسی اور میرا بنگلہ ایسا، میرا کاروبار یوں اور میری گاڑی ووں۔ بس یہی ایک چکر ہے جس میں ہر آدمی الجھا ہوا ہے اور پھر ہر آدمی مال و اولاد کی زیادتی کی فکر میں ہے اور بس۔ حالانکہ انسان کے لئے یہ کوئی بڑائی کی باتیں نہیں۔ یہ تو محض وقتی کھیل ہے۔ دیکھو بارش ہوتی ہے اس کی وجہ سے سرسبزی اور روئیدگی کا چاروں طرف سلسلہ پھیل جاتا ہے۔ کسان اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن تا بکے؟ چند ہی دن بعد وہ سبزی خشکی میں بدل جاتی ہے۔ دل کو بھا دینے والا سبز رنگ زرد رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور پھر چاروں طرف وہی خالی کھیت، اسی طرح دنیا کا معاملہ ہے ذرا سی دیر کے لئے وہ بڑی ہی پُر فریب اور خوش منظر نظر آتی ہے لیکن یہ بات خواب کی طرح گذر جاتی ہے اور پھر چاروں طرف ہُو کا عالم اور سنّاٹا ہوتا ہے۔

فرمایا کہ آخرت میں عذاب ہے تو اللہ کی مغفرت اور خوشنودی بھی ہے —— اب جس شخص نے پیغمبرانِ خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر عمل کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی سے دوچار ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کو مقصد زندگی سمجھ لیا وہ عذاب سے دو چار ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کو مقصد زندگی سمجھ لیا، وہ عذاب کا شکار ہوں گے۔ حضرت حق جل جلالہ نے پہلی آیت کے آخر میں پورے جلال کے ساتھ زور دے کر فرمایا:۔

وما الحیٰوۃ الدنیا الّا متاع الغرور۔

کہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکہ کے اسباب کے اور کیا ہے؟ یہ ایسا دھوکہ ہے جو تمہیں حق سے غافل کئے ہوئے ہے۔ جس نے تمہیں اپنے مقصد سے ناآشنا کر دیا ہے اور تم اس میں کھو کر رہ گئے ہو؟ بھلے آدمیو! کے دن جیئوں گے، آخر مرنا ہے، اور مر کر سب کچھ چھوڑ دو گے، مقدر کی بات ہے کفن نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور قبر کے لئے دو گز زمین ملے گی یا نہیں؟ اللہ تعالےٰ نے بندوں کو جھنجھوڑا اور آخرت کی حقیقی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی، اور فرمایا اپنے رب کی مغفرت اور جنت جو مقام رضا ہے اس کی طرف دوڑو، اس راہ میں تساہل پسندی بھی مناسب نہیں، یہاں تو بھاگم بھاگ کی ضرورت ہے اس لئے کہ حیات مستعار کے لمحات کا پتہ نہیں کب ساتھ چھوڑ دیں —— مومن مقصود کے حصول کے لئے دوڑتا اور سرپٹ دوڑتا ہے اور اسے دوڑنا چاہیئے۔ تاآنکہ جب مقصد حاصل ہو جائے گا مقامِ رضا اور جنت نصیب ہو جائے گی تو پھر ہر طرح کا عیش ہوگا، آرام ہوگا، عافیت ہوگی اور چاروں طرف نعمتیں بکھری ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کا سلام اس سے بھلائی کا شرف اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔

یہ نعمتیں کس کو ملیں گی؟

فرمایا یہ نعمتیں ان کو ملیں گی جو دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی وحدت و یکتائی اور اس کے رسولوں پہ ایمان لائے۔ جنہوں نے ایمان کے تقاضے پورے کئے، جو اللہ کے لئے جیئے اور اسی کے لئے مرے۔ حتّٰی کہ مر کر اپنے عجز کا اعتراف کیا اور اس طرح کہ

؎ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ بندگانِ خدا اپنے مالک کی بنائی ہوئی اس جنت کے وارث ہوں گے جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے۔ جب عرض کا یہ عالم ہے تو طول کتنا ہوگا —— اس جنّت میں بقول سرورِ کائنات علیہ السلام ایسے ایسے درخت ہوں گے جن کی چھاؤں تلے گھڑسوار سو سو برس چلیں گے تو سایہ اور چھاؤں ختم نہ ہو گی —— اور یہ سب کچھ غفور رحیم کی میزبانی ہوگی —— نزلاً من غفور رحیم۔ (السجدہ - ٣٢)

فضل اللہ

اور آخر میں فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے۔ اپنے احسان اور بندہ نوازی و بندہ پروری سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے، کسی کو یہ نعمتیں نصیب ہو جائیں تو اسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میرا استحقاق تھا ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا۔ استحقاق کی بات نہیں فضل کی بات ہے۔

محترم حضرات! بڑے اختصار کے ساتھ یہ گذارشات جو پیش کی گئیں ان میں دنیا کی بے ثباتی اخروی نعمتوں کے سدا بہار ہونے کا ذکر آ گیا ہے اور معلوم ہو گیا ہے کہ اس مقام سعادت سے کون سرفراز ہوں گے۔ کون خوش قسمت اس سے بہرہ ور ہوں گے؟ متاع دنیا کو حقیر سمجھنا، خالقِ کائنات کی راہ میں خرچ کرنا اور عقیدہ و ایمان کی مضبوطی و استحکام اس سعادت کا باعث ہے میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اس سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

دفینۂ سیم و زر

محمد علی بوستان مسلم ایم اے
کامیاب ہسپتال، جڑانوالہ

مبارک نام سے تیرے الٰہی! عیاں زیرِ فلک سب کبریائی
سعادت ہے بچانا سیم و زر کا وطن کے باغ میں گلہائے تر کا
دو مل کر ایک ایک حاصل گیارہ ضیا کی ہے کرن چھوٹا ستارہ
صدف غیری نہیں لاتی دفینہ نہ زر پاشی سے حاصل ہے خزینہ
جو بچ سکتا ہے ممکن سب بچاؤ
مگر اغیار سے لے کر نہ کھاؤ

ہے زر اغیار کا موجِ تلاطم سفینے جن میں ہو جاتے ہیں سب گم
نشاں ملتا نہیں سروِ رواں کا نہ شوکت کا کہیں نہ عزّ و شاں کا
لباسِ کہنہ کہنے کو ہے شلوار مگر ہے سادگی کی تیز تلوار
پس اندازی ہے جیشِ کامرانی
سوئے فتح و ظفر مُلکی روانی

خریدو، بیچ دو، بوڑو، کماؤ جو اک ہو آج، اپنا کل سوا ہو
بڑھاؤ رات دن اپنا تعاوُن معیشت کا یہی ہے بس تن و بُن

دُعا میں جملہ افرادِ وطن ہوں
عمل میں خوفِ مولا اور سُنن ہوں

تحریر: مولانا ہمزا گل مدرس جامعہ مدنیہ لاہور
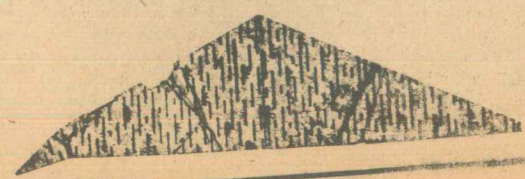
آئینِ شریعت کی رُو سے امیر کا انتخاب

اسلام میں انتخاب خلیفہ و امیر سب سے بنیادی اور اہم مسئلہ ہے، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةُ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً،

ترجمہ: جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس کی کسی امام کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وفات یہ مسئلہ قولاً و عملاً طے کیا تھا اور مرض موت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس منصب کے لیے منتخب کیا تھا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے اپنا قائمقام بنایا تھا۔ باوجودیکہ بعض ازواج مطہرات نے اس مسئلہ میں اصرار کیا تھا کہ صدیقِ اکبر کو نماز کے لیے منتخب نہ کیا جائے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)

ترجمہ: اللہ اور مسلمان صدیق اکبر کے علاوہ کسی کی نیابت و خلافت پر راضی نہیں ہیں،

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵)

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پھر کسی وقت آنا۔ اس عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ اگر میں نے آپ کو نہ پایا اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ دنیا میں نہ ہوئے تو پھر کس سے یہ مسئلہ حل کیا جائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم نے مجھے نہ پایا تو پھر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ معلوم کرنا۔ باقی وفاتِ رسولؐ کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں انتخاب خلیفہ کے لیے انصار کا جو اجتماع ہوا اس میں اصحاب حل و عقد تھے، مدینہ منورہ کے عوام سے انتخاب خلیفہ کے وقت کسی نے رائے نہیں لی بلکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی مدینہ میں موجود تھیں لیکن انتخاب خلیفہ کے مشورہ میں کسی نے ازواج مطہرات سے مشورہ نہیں لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتخاب خلیفہ میں اصحابِ حل و عقد ہی کی رائے قابلِ قبول ہوتی ہے۔

انصار کا جو اجتماع وفاتِ رسولؐ کے بعد ہوا۔ اس میں حضرت عمر فاروقؓ نے بآسانی یہ مسئلہ سمجھایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز کے لیے منتخب کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ہے تو جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نظامِ دین قائم کر سکتا ہے وہ نظامِ دنیا بھی چلا سکتا ہے لہٰذا یہ انتخاب جو برائے اقامتِ نماز ہے برائے اقامتِ نظام بھی ہے اس لیے انصار بھی عمر فاروقؓ کے سمجھانے سے یہ مسئلہ بآسانی سمجھ گئے اور انتخاب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو تسلیم کر لیا۔ باقی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی انتخاب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کی اہمیت سمجھ چکے تھے کہ انتخاب خلیفہ کا مسئلہ اسلام کا نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اس لیے انہوں نے وفات کے وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور اس انتخاب میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی سے مشورہ نہیں لیا اور صرف اپنی ذاتی رائے سے فاروق اعظمؓ کو نامزد

کیا اور صدیقِ اکبر رضؓ کی وفات کے بعد بطور تعمیل حکم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عمر فاروق رضؓ کی خلافت تسلیم کی۔ اور کسی نے خلافت فاروق اعظم میں رائے زنی نہیں کی کیونکہ یہ صدیقِ اکبر رضؓ کا حکم تھا اور اولوالامر کا حکم واجب التعمیل ہے

باقی اس مسئلہ کی اہمیت کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بوقتِ وفات چھ حضرات کو خلافت کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ یہ چھ حضرات آپس کے مشورہ سے ایک شخص کو منصبِ خلافت کے لیے مخصوص کریں وہ چھ حضرات یہ تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ حضرت طلحۃ الخیر رضؓ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابو طلحۃ الانصاری کو بلا کر فرمایا کہ میری وفات کے بعد پچاس مردوں کو شوریٰ پر نگران بنا لو تاکہ خلافت کا معاملہ جلدی طے کر لیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میرا لڑکا عبداللہ شوریٰ میں حاضر تو ہوگا۔ لیکن خلافت کے معاملہ میں دخل و مداخلت کا مجاز نہ ہوگا۔ لہٰذا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب بھی چند اصحاب الرائے کے مشورہ سے عمل میں آیا تھا۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے بھی اس معاملہ میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب بھی چند اصحاب الرائے حضرات کے مشورہ سے ہی عمل میں آیا تھا۔

باقی رائے عامہ کا مسئلہ اجماعِ امت سے تعلق رکھتا ہے اجماع امت دلیل شرعی اور دلیلِ قطعی ہے بشرطیکہ انعقاد کی شرائط بھی پوری موجود ہوں۔ شروط انعقاد یہ ہیں۔ کہ اگر ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا مقصود ہو جو شرعی مسئلہ ہو اور رائے و غور کا محتاج ہو تو اس صورت میں صرف اہل الرائے اور اصحاب اجتہاد کا اتفاق ضروری ہے اس میں عوام الناس کی رائے کا کوئی دخل نہیں ہے اگر یہ مسئلہ جس پر اتفاق کرنا ضروری ہو، صرف دنیاوی مسئلہ ہو اور محتاج غور و فکر نہ ہو تو اس میں عوام الناس کی رائے بھی معتبر ہے بشرطیکہ کوئی بھی فرد اختلاف نہ کرے اور سب کے سب متفق ہو جائیں، تب یہ مسئلہ اجماعی بن جائیگا اور یہ اجماع حجت ہوگا۔ لیکن آج کل رائے عامہ سے جو مسئلہ طے کیا جاتا ہے یہ قانون اجماع کے خلاف ہے کیونکہ قانونِ اجماع میں اتفاق رائے حجت ہے۔ کثرتِ رائے حجت نہیں ہے اور آجکل ان انتخابات میں نہ اتفاق رائے موجود ہے اور نہ کثرتِ رائے موجود ہے۔ مثلاً ایک حلقہ میں تین امیدوار کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک امیدوار کو مثلاً پچاس ووٹ ملتے ہیں۔ دوسرے کو ساٹھ ووٹ اور تیسرے کو ستر ووٹ تو موجودہ قانونِ انتخاب میں ستر والا کامیاب مانا جاتا ہے اور باقی دو ناکام مانے جاتے ہیں لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو صرف ستر ووٹ کامیاب کے حق میں ہیں، اور ایک سو دس ووٹ اس کے خلاف ہیں۔ لہٰذا یہ انتخاب نہ اتفاق رائے سے ہوا ہے اور نہ کثرت رائے سے۔ چہ جائیکہ کہ اجماع کا مسئلہ بن کر دلیل شرع بن جائے البتہ یہ تینوں ممبر اگر انتخاب کے بعد برضا و اتفاق قرعہ اندازی کر کے ایک شخص کو منتخب کر لیں تو شاید قرعہ اندازی کے بعد یہ انتخاب دلیلِ شرعی کے ماتحت آ جائے کیونکہ قرعہ اندازی بھی اجماع کے تحت آتی ہے۔ بہر حال موجودہ طریقِ انتخاب کی نظیر و مثال ہماری شریعت میں کہیں موجود نہیں ہے۔ باقی انتخاب سربراہ کا مسئلہ اسلامی مملکت میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ نہ صرف اصحاب حل و عقد کر سکتے ہیں۔ اس میں عوام الناس کے لیے دخل و مداخلت اور رائے شماری نہیں ہے بلکہ نظائر شرعی اور دلائل اسلامی انتخاب سربراہ میں عوام الناس کی رائے کو دخل کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد قوم میں انتخاب سلطان کا معاملہ پیش آیا تھا۔ اس وقت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے، انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو سلطنت کے لیے منتخب کیا ہے قوم نے بالاتفاق کہا طالوت ہمارا سلطان کیسے بن سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ ہم اس سے اس منصب کے لیے زیادہ موزوں ہیں کیونکہ طالوت نہ خاندان سلطنت و عظمت سے ہے اور نہ مال دار و سرمایہ دار ہے۔ شموئیل علیہ السلام نے کہا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے اوپر حکومت کرنے کے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علمی برتری اور جسمانی قوت عطا فرمائی ہے (اور سلطان کے لیے یہی صفات ضروری ہیں)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَلّٰى مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ فِيْهِمْ مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِذٰلِكَ مِنْهُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (کذا فی الطبرانی)

ترجمہ: جناب رسولِ کریمؐ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حکمران ہو، وہ کسی شخص کو مسلمانوں پر عامل، ناظم یا قاضی بنائے اور وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر اور عالم (بکتاب اللہ و سنۃ رسولؐ) موجود ہے تو بیشک اس حکمران نے اللہ و رسولؐ اور (جملہ مسلمانوں) سے خیانت کی۔ اس حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں ہر عہدہ کے لیے عالم بکتاب اللہ و سنت رسولؐ ہونا ضروری ہے اور یہ عوام الناس کا کام نہیں ہے، یہ اصحاب حل و عقد کا کام ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَ غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

ترجمہ: سعید رضی اللہ عنہ، جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ہر غدار کا جھنڈا غدار کے پیچھے ہوگا دوسری روایت میں ہے قیامت کے دن ہر غدار کا جھنڈا غدار کے برابر اونچا رہے گا جتنا بڑا غدار ہوگا اس کا جھنڈا بھی اتنا اونچا ہوگا۔ خبردار امیر عامہ سے بڑھ کر کوئی غدار نہ ہوگا: امیر عامہ وہ امیر ہے جو ارباب حل و عقد کے مشورہ کے بغیر بزور بازو یا صرف جہال و عوام الناس کی رائے سے سربراہِ مملکت بن جائے یہ امیر سب سے بڑا غدار ہوگا اور اس کا جھنڈا سب سے اونچا رہے گا کیونکہ اس نے بغیر استحقاق ایک اعلیٰ منصب پر قبضہ کر کے مستحق کو محروم کر رکھا ہے اور بغیر رضا اصحاب حل و عقد عوام الناس کے نفوس و اموال پر مسلط ہو گیا ہے چونکہ اس حدیث میں امیر عامہ کا لفظ مذکور ہے لہٰذا اس کا ترجمہ یہی ہے۔ کہ یہ امیر صرف عوام الناس کی رائے سے سربراہِ مملکت بن جاتا ہے اور انتخاب امیر کا حق عوام الناس کے لیے نہیں ہے یہ اصحاب الرائے کا حق ہے البتہ تبدیل احوال زمان سے تبدیل احکام بھی ممکن ہے۔ لیکن منصوصات شرعی اپنی جگہ ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور میں ضروریات دین کے ساتھ ساتھ جدید حالات سے واقف ملکی انتظامات امور سیاسیہ اور امورِ مدافعت کا تجربہ بھی ہونا چاہیئے۔ صرف واقفیت فی الدین کافی نہیں ہے۔ انتخاب خلفاء پہ اگر غور کیا جائے تو اس میں یہ نکات سامنے آتے ہیں — جب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو خطہ عرب میں تین قسم کا انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ بعض لوگ بالکل مرتد ہو چکے تھے اور دوبارہ شرک اور کفر کی طرف لوٹ گئے تھے۔ بعض لوگ مسیلمۃ الکذاب وغیرہ کو نبی تسلیم کر چکے تھے اور بعض لوگوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا کہ ہم بیت المال کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ فریقِ اوّل کے ساتھ تو جہاد اور جنگ و جدال فرض تھا لیکن تیسرا فرقہ صرف زکوٰۃ دینے سے منکر تھا اس کے ساتھ جہاد میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَدَمَهٗ وَكَانَ حِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ لہٰذا چونکہ مانعین زکوٰۃ توحید خدا اور رسالتِ رسولؐ کے قائل ہیں اس لیے ان سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ صدیقِ اکبر رضؓ نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا يُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ لَقَاتَلْتُهُمْ

ترجمہ: بخدا اگر ایک رسی بھی جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے ہم سے روک دی تو میں ان لوگوں کے ساتھ یقیناً جہاد کروں گا اور عمر فاروق رضؓ کو جواب دیا۔ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ: آپ جاہلیت میں بہت جری تھے اور اسلام میں بزدل بن گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو ان سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ علمی مہارت و قابلیت دین داری اور ایمانداری کے ساتھ ساتھ

انتظامی امور اور جنگ وجہاد کے معاملات میں بھی وہ خوب تجربہ ومہارت رکھتے تھے اور اپنے دور خلافت میں انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے۔ اور اسلامی مملکت کی حدود کو وسیع وعریض بنایا۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ میرے بعد تیس سال تک خلافت ہوگی اور پھر امارتِ عضوضہ کا دور شروع ہوگا۔

ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے ایک شخص سے سوال کیا کہ میں خلیفہ ہوں یا امیر ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا: اِنْ اَخَذْتَ بِحَقٍّ وَوَضَعْتَ فِیْ حَقٍّ فَاَنْتَ خَلِیْفَۃٌ وَاِلَّا فَاَنْتَ اَمِیْرٌ مِنْ اَشَدِّ الْاُمَرَاءِ۔

اگر آپ نے قانون شرعی سے مال وصول کیا اور مصرفِ شرعی میں خرچ کیا تو آپ خلیفہ ہیں ورنہ آپ سخت ترین امیر ہوں گے اس مقولہ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ صرف وہی شخص بنتا ہے جو پورا پابند شریعت ہو لیکن امیر باوجود نقائص شرعی امیر رہتا ہے اور اس کی اطاعت امور شرعیہ میں رعیت پر ضروری ہے۔ ایسے امرا کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہم ایسے امرار کی بیعت توڑ سکتے ہیں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک امرار پابند نماز ہوں تو وہ واجب الاطاعت ہیں اور امور شرعیہ میں ان کی نافرمانی گناہ ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْکِرُوْنَ فَمَنْ اَنْکَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ کَرِہَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰکِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُہُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایسے امیر ہوں گے جن کے بعض امور معروف شرعی ہوں گے جو تم پہچانو گے اور بعض امور منکرات شرعی ہوں گے جن سے تم انکار کرو گے۔ جس بندے نے ان منکراتِ شرعی کی زبانی تردید کی وہ بری الذمہ رہا اور جس نے دل میں مکروہ اور قبیح سمجھا وہ بھی سالم رہے گا لیکن جس نے منکرات کو پسند کیا اور تابعداری کی وہ نقصان میں مبتلا ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ کیا ہم ان سے جنگ وجدال نہ کریں۔ جناب رسول کریمؐ نے جواب دیا۔ نہیں! جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ ترک نماز کے بعد ان امراء سے لڑنا جائز ہے۔

اب یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اثبات مسائل شرعیہ منحصر ہے دلائل شرعیہ پر جو مسئلہ دلیل شرعیہ سے ثابت ہو وہ مسئلہ واجبُ العمل ہوتا ہے۔ اب دلائل شرعیہ چار ہیں: کتابُ اللہ، سنت رسولؐ، اجماع الامت، قیاس، درجات کے اعتبار سے اول درجہ کتاب اللہ کا ہے، دوسرا درجہ سنت رسول اللہ کا ہے، تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس مجتہدین کا ہے۔ ان درجوں کا فرق وامتیاز بوقت تعارض معلوم ہوجاتا ہے اور یہ امتیاز درجات نص سے ثابت ہے نص یہ ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

اس آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طاعتِ خدا طاعتِ رسول پر مقدم ہے اور طاعت رسول طاعتِ اولوالامر پر مقدم ہے اب اولوالامر کا مصداق مجتہدین فی الشریعت بھی ہوسکتے ہیں اور حکام وقت بھی اگر اولوالامر کا مصداق مجتہدین فی الشریعت ہوں تو آیت کے اس حصہ میں دو دلیلوں کی طرف اشارہ ہوگا اجماعِ امت اور قیاس مجتہدین کیونکہ اگر مجتہدین فی العصر کسی مسئلہ اجتہادیہ پر اتفاق کرلیتے ہیں تو یہ مسئلہ اجماعیہ بنے گا اور اجماع امت دلیل شرعی قطعی ہے اگر کوئی مجتہد کسی خاص مسئلہ کا استنباط عن الکتاب والسنۃ کرتا ہے لیکن اس مسئلہ پر باقی مجتہدین وقت متفق نہ ہوں تو یہ مسئلہ قیاسیہ بنے گا۔ اور یہ بھی واجبُ العمل ہوگا اگرچہ یہ قیاسی مسئلہ قطعی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے لیکن اس آیت کا آئندہ حصہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اس حصہ میں قیاس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جس مسئلہ میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو جاتا ہے وہ قرآن اور سنتِ رسولؐ کے نظائر اور امثلہ کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اختلافی مسائل کو اور اجتہادی مسائل کو قرآن اور حدیثِ رسول سے استنباط کرنے کا نام قیاس ہے

اس آیت سے یہ حکم اور مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اختلافی ونزاعی مسائل اور آپس کے جھگڑوں کو صرف قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ مومن رہے گا ورنہ اگر وہ اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو کسی اور قانون سے طے کرتا ہے اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر موقوف ومعلق ہے۔ بِرَدِّ النِّزَاعِ وَالْاِخْتِلَافِ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" لہٰذا اگر اختلاف اور نزاع کتاب اللہ اور ارشاداتِ رسالت کے مطابق طے کرتا ہے تو مومن رہے گا ورنہ ایمان ختم ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں شریعت کے چار دلائل مذکور ہیں اور ترتیب دلائل کی طرف اشارہ بھی موجود ہے کہ اثبات احکام شرعیہ میں اول درجہ کتاب اللہ کا ہے۔ دوسرا درجہ سنت رسولؐ کا ہے۔ تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس مجتہدین کا ہے البتہ کتاب اللہ، سنتِ رسول، اور اجماع امت سے جو مسائل ثابت ہیں۔ بعض یقین کے درجہ میں ہیں اور بعض ظنی ہیں۔ قیاس سے جو مسئلہ ثابت ہے وہ درجہ ظن میں ہے قطعی نہیں ہے کیونکہ سنت رسولؐ کے درجے بھی مختلف ہیں بعض قطعی ہے بعض ظنی ہے۔ اجماع کے درجے بھی مختلف ہیں بعض قطعی ہیں بعض ظنی۔

اور اثبات احکام من الکتاب کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ اگر اولی الامر سے اس آیت مذکورہ میں "مراد حکام وقت ہوں تو بمقتضی آیت مذکورہ ان کے اوامر بھی واجبُ التعمیل ہوں گے بشرطیکہ یہ اوامر کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع امت کے خلاف نہ ہوں کیونکہ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ مخلوق کی طاعت کے لیے خالق کی معصیت کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

چونکہ انتخاب اجماعِ امت کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس مقام پر اجماعِ امتؐ کی تفصیل بھی مناسب ہے اجماع کا لغوی ترجمہ پختہ ارادہ کرنا، اتفاق کرنا اجماع کا شرعی ترجمہ یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہؐ کے صالحین ومجتہدین ایک وقت میں کسی امر پر اتفاق کرلیں چاہے وہ امر فعل سے تعلق رکھتا ہو چاہے قول سے تعلق رکھتا ہو۔ رکن اجماع کے دو قسم ہیں ایک عزیمت اور دوسرا رخصت۔

عزیمت یہ ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنا مقصود ہو سب کے سب اہل الرائے اس امر پر زبان سے اقرار کریں یا سب کے سب عملاً اس کی تعمیل کریں۔ رخصت یہ ہے کہ جس امر پر اتفاق کرنا مقصود ہو بعض اہل الرائے اس کام کی زبان سے منظوری دیں یا عملاً تعمیل کریں اور بعض اہل الرائے اطلاع کے بعد سکوت اختیار کریں اس کا نام اجماع سکوتی ہے عزیمت والا اجماع دلیل قوی ہے اور مفید یقین ہے اجماع سکوتی ثانوی درجہ ہے اور مفید ظن ہے۔ باقی یہ مسئلہ کہ اجماع امت محمدیہ حجۃ شرعی ہے اور اس امت کی خصوصیت ہے اس میں بھی اختلاف ہے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف صحابہ کرام کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی ہے۔ بعض علماء کا مذہب ہے کہ صرف مدینے والوں کا اتفاق حجت شرعی ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ صرف اہل البیت کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی ہے۔ باقی امت کا اتفاق کسی امر پر حجت شرعی نہیں ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس امتِ محمدیہ کا اجماع اور اتفاق کسی امر پر ہر زمانہ میں حجتِ شرعی ہے اور کسی قوم یا کسی دَور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اُمتِ محمدیہ جس دور میں اور جس امر وعمل پر اتفاق کرے یہ اتفاق حجتِ شرعی ہے اور یہ امر وعمل واجب التعمیل ہے اور مخالفت کرنے والے کو کافر یا فاسق کہا جاتا ہے اور اس حجیت اجماع واتفاق امت پر نصوص شرعیہ دال ہیں۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْہُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا

جو بندہ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے بعد کہ اس کو ہدایت اور حق کا پتہ چل جاتا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کر لیتا ہے ہم اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیں گے جو انہوں نے اختیار کی یعنی اس کو حق وہدایت پر مجبور نہیں کریں گے اور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ جہنم بدتر ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا اس آیت سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جو بندہ عام مسلمانوں اور طریقہ رسول کی خلاف ورزی اختیار کرتا ہے وہ مجرم اور مستحق جہنم و

عذاب ہے اس آیت میں کسی قوم یا زمانہ کی تخصیص وتعیین نہیں ہے لہذا اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اتفاق مسلمین ہر دور و زمانہ میں حجت شرعی ہے جس کی خلاف ورزی سے بندہ مستحق جہنم و عذاب بن جاتا ہے۔

اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رائے عامہ کی مخالفت کرنا اس وقت مقصود ہے کہ پہلے اہل الرائے کسی مسئلے اور معاملے پر اتفاق کرلیں اور اتفاق کے بعد کوئی شخص رائے عامہ سے اختلاف کرے گا تو مستحق وعید و عتاب ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتخاب امراء و وزراء بقانون اسلام چار دلائل کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ یہ انتخاب یا اللہ خود کرتا ہے یا رسولؐ کرتا ہے یا بقانون رائے عامہ ہوتا ہے جس کا نام اجماعِ امت ہے یا بقانون قیاس ہوتا ہے اور جس دلیل کے ماتحت انتخاب ہوگا۔ یہ انتخاب شرعی اور اسلامی ہوگا اور جس امیر وزیر اور ممبر کا انتخاب اِن دلائل کے ماتحت ہوتا ہے اس کا اتباع شرعاً لازم اور واجب ہوگا لیکن چونکہ آسمانی وحی اور علوم کا سلسلہ اب بند ہو چکا ہے۔ لہذا یہ انتخاب مِن جانب اللہ اب ممکن نہیں ہے نبوت کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے۔ لہذا انتخاب من جانب الرسول بھی ممکن نہیں ہے اب انتخاب بالقانون رائے عامہ یعنی اجماعِ امت سے ہوگا یا بقانون قیاس ہوگا۔ اب انتخاب امیر بقانون اجماع امت مشکل ہے کیونکہ انتخاب صدر بقانون اجماعِ امت کا طریقہ یہ ہے کہ عصر حاضر کے کل اہل الرائے ایک شخص کی امارت پر اتفاق کرلیں یا ایک حلقہ کے کل اہل الرائے ایک ممبر کے انتخاب پر اتفاق کرلیں یا ایک ادارہ اور فن کے کل اہل الرائے ایک شخص کے انتخاب پر اتفاق کرلیں اور ایسا اتفاق آج کل مشکل ہے۔ لہذا دورِ حاضر میں جو طریقہ انتخاب رائج ہے یہ شرعی طریقہ نہیں ہے لہذا موجودہ طریقہ انتخاب سے جو سربراہ مملکت یا وزراء حکومت یا ممبرانِ سلطنت منتخب ہوتے ہیں یہ رواجی و رسمی طریقہ انتخاب سے منتخب ہوتے ہیں۔ شرعی انتخاب سے منتخب نہیں ہوتے کیونکہ شرعی اجماع اُمت میں اتفاق رائے دلیل ہے کثرتِ رائے دلیل نہیں ہے اور موجودہ طریقہ انتخاب میں اتفاق رائے تو درکنار کثرتِ رائے بھی موجود نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اس منتخب شدہ ممبر کے یا پاس شدہ قانون کی مخالفت کرتا ہے تو بقانون شرعی قابلِ گرفت نہیں ہوگا۔

اب شرعی انتخاب بقانون قیاس ہو سکتا ہے شرعی نظائر کو سامنے رکھ کر انتخاب کرنا چاہیئے۔ شرعی قانون انتخاب میں جو شخص کسی عہدہ اور کسی منصب کے لیے اُمیدوار ہوتا ہے بقانون شرع اس شخص کو اس عہدہ کے لیے منتخب نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث نبوی میں یہ بات ثابت ہے کہ جو لوگ عہدوں اور منصبوں کے حریص اور لالچی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو منصب دینا مناسب نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عَنْہُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَارَسُوْلَ اللہِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاکَ اللہُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَالَ اِنَّا وَاللہِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰی ھٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَہٗ وَلَا اَحَدًا اَحْرَصَ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچا زاد بھائی نبی کریمؐ کے پاس آئے ایک بھائی نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ہم کو کوئی عہدہ عنایت فرمائیں۔ دوسرے بھائی نے بھی یہی درخواست کی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بخدا ہم اس آدمی کو عہدہ نہیں دیتے جو خود عہدہ کے لیے درخواست دیتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم طالبِ عہدہ کو عہدہ نہیں دیتے۔

لہٰذا آج کل جو انتخاب میں ایک حلقہ سے کئی کئی امیدوار جو کھڑے ہو جاتے ہیں اور باطل حیلوں سے جھوٹوں دعووں اور فریب و دھوکہ سے لوگوں کو پھنسا کر اپنے آپ کو کامیاب کراتے ہیں۔ شریعت میں ایسے انتخاب کی نہ کوئی نظیر موجود ہے اور نہ شریعت میں اس قسم کے انتخاب کی گنجائش ہے بلکہ موجودہ طریقہ انتخاب میں ایک یہ بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کثرت رائے سے ایک عہدہ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے اور ایک وقت مقررہ کے بعد بلاوجہ و بے قصور اس کو معزول کیا جاتا ہے۔ یہ تحدید بلاوجہ منافی شریعت ہے۔ مثلاً ایک شخص کو عہدہ قضا کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ بلاوجہ و بے قصور اس کو معزول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ لہذا موجودہ طریقہ انتخاب میں یہ تحدید زمانہ خلاف شرع ہے (ہدایہ فی الہدایہ ثالث صفحہ ۱۳۲) البتہ قانون شرعی میں تحدید مکان تو ہے کہ ایک شخص کو ایک علاقہ کا منصب دیا جائے لیکن تحدید زمانہ کا ثبوت نایاب ہے کہ ایک شخص ایک زمانہ تک ایک منصب کے لیے قابل ہو۔ اور پھر بلاوجہ معزول ہو۔ لانظیر فی الشرع۔ لہذا یہ ریٹائرمنٹ کا مسئلہ بھی شرعی نہیں ہے وضعی ہے۔

لہذا موجودہ انتخاب کا طریقہ اول سے آخر تک غیر شرعی ہے بلکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو کسی عہدہ خلافت کے لیے یا امارت کے لیے منتخب کیا ہے تو کسی قوم کی مرضی یا مشورہ سے انتخاب نہیں کرتا بلکہ اپنی مرضی کے مطابق جس بندہ میں اس عہدہ اور منصب کی صلاحیت وقابلیت موجود ہو۔ اپنی مرضی سے انتخاب کرتا ہے۔ اگرچہ وہ قوم اس منتخب شخص کے انتخاب پر راضی نہ بھی ہو۔ انتخاب آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ تو لیا تھا۔ لیکن انتخاب اپنی مرضی سے کیا تھا۔ فرشتوں کے منشا کے مطابق نہیں کیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی سوال اٹھایا تھا۔ مَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ۔

ترجمہ: ہم آپ کی اپنے اُوپر کوئی فضیلت نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ہم آپ کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

اسی طریقہ پر جب اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لیے منتخب کیا تو قوم قریش نے بالاتفاق یہ سوال اٹھایا۔ لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

ترجمہ: کیوں نہیں اتارا اس قرآن کو "دو بستیوں میں ایک شخص پر جو قوم میں صاحبِ عظمت ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ قوم قریش نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کسی کو رسول بنا کر بھیجنا ہے تو ولید بن مغیرہ جو مکہ معظمہ میں معزز ہے یا عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف میں معزز مانا جاتا ہے اس عہدہ رسالت کے لیے ان سے کوئی بہتر شخص خطہ عرب میں موجود نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصلاح عالم کے لیے اور دفع فساد و فتن کے لیے اللہ تعالیٰ صرف اپنی مرضی سے بغیر رضا قوم جس بندے کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے۔ لیکن چونکہ آسمانی علوم اور وحی منقطع ہو چکی ہے اور نبوت کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے۔ لہذا اب انتخاب سربراہ من جانب اللہ یا من جانب رسولؐ ممکن نہیں ہے اور امت کا اجماع اور رائے عامہ حجت شرعی ہے اور جو حکم و مسئلہ رائے عامہ سے طے ہو جاتا ہے وہ بھی شرعاً ثابت مانا جاتا ہے۔ بشرطیکہ رائے عامہ کا انعقاد بھی موافقِ قانون شرعی ہو لیکن انعقاد رائے عامہ شریعت کے مطابق بھی آج کل قریب قریب ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اصلاح شریعت میں اجماع امت کی جو تعریف کی گئی ہے۔ موجودہ انتخابات پر صادق نہیں آتی۔ باقی انتخاب خلیفہ و امیر اسلام میں ایک اہم شرعی مسئلہ ہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ مَنْ خَلَعَ یَدًا مِّنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا حُجَّۃَ لَہٗ وَمَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔

ترجمہ: جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے۔ یعنی اتباع امیر چھوڑ دے۔ قیامت کے دن اللہ کے ساتھ ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص مرجاتا ہے ایسی حالت میں کہ وہ کسی امیر سے بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے لہذا چونکہ انتخاب سربراہ کا معاملہ شریعت کا اہم مسئلہ ہے اس میں عوام کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ صرف اصحاب رائے اور اہل شریعت کا کام ہے۔

اسلام میں چوتھی دلیل قیاس ہے۔ اب انتخاب امراء و وزراء بقانون قیاس ہونا چاہیئے۔ اور یہ انتخاب بقانون قیاس دورِ حاضرہ میں ممکن بھی ہے۔ اب نظائر شرعیہ کو دیکھنا چاہیئے کہ شریعت نے کن اصولوں پر انتخاب کی بنیاد رکھی ہے اور کس انتخاب کو جائز قرار دیا ہے اب ہر دور میں انتخاب امیر اس وقت کے مقتضی احوال اور تدبیر نظام کے مطابق ہونا چاہیئے اور شریعت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ اقتضا احوال و اختلاف ادوار سے شریعت کے احکام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ناسخ و منسوخ کا وجود اختلاف زمان و اختلافِ احوال کا مقتضی ہے لہذا دور حاضرہ میں اسلامی مملکت کے انتخاب سربراہ کے لیے بقانون شرع اول شرط یہ ہے کہ امیر مملکت اسلامی صحیح الاعتقاد اور راسخ العقیدہ

(باقی ۲۱ پر)

حکمِ جہاد

تحریر: ظفر احمد قادری واہگہ

حضرت ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ اور ابوبکر صدیقؓ زہریؒ سعیدؒ بن جبیرؒ مجاہدؒ عروہؒ بن زبیرؓ قتادہؒ مقاتل بن حیانؒ اور دیگر سلف سے یہ منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت کریمہ پہلے نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے جس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ یہ تین آیات سورہ حج کی ہیں جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے (اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا) وہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے اور انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے صومعے اور (عیسائیوں) کے گرجے اور (یہودیوں کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا بھی اسس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بیشک خدا توانا اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں۔ اور برُے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ آیت نمبر ۳۹، ۴۰، ۴۱۔

جہاد کے اغراض و مقاصد

ان آیتِ کریمہ میں حق جل و علا نے اجمالاً جہاد کے اغراض و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور اشارۃً لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں، کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دے کر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں انبیاء علیہ السلام سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی تھی ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا دشوار ہو جاتا اور تمام معابد منہدم کر دیئے جاتے اور خدائے ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم فرماتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھوں سے دفع نہ فرماتے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے اور فتنہ فساد کو دفع کرنے کے لیے جہاد کی اجازت ہے۔ (سیرت المصطفیٰ صد ۱۲ جلد دوم)

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جہاد کی حقیقت

جہاد جُہد سے بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت کا حاشا مال و دولت کے نہیں عصبیت اور قومیت کے اور وطنیت اور اظہار مردانگی و شجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لینے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو شریعت میں جہاد کہتے ہیں اعلائے کلمۃ اللہ اگر مقصد نہ ہو۔ بلکہ مال و زر مطلوب ہو یا قطع نظر حق و باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک وہ جہاد نہیں ہے۔ جہاد تو وہ ہے جو محض خالص اللہ جل جلالہٗ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کیا جائے اور دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالکلیہ پاک ہو۔

عبرت کا واقعہ

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں ایک آدمی بہت جوش و خروش سے لڑائی میں شریک ہوا اور مسلمانوں کی

طرف سے کفار سے لڑتا رہا۔ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آج تو قزمان نے بہت بہادری دکھائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگاہ ہو جاؤ وہ دوزخی ہے۔ بالآخر وہ قزمان کافروں سے لڑتے لڑتے شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تاب نہ لا سکا۔ گھبرا کر خودکشی کر لی کیونکہ لڑائی کے دوران کسی بزرگ نے کہا اے قزمان تجھ کو شہادت مبارک ہو۔ اس نے کہا میں دین اسلام کے لیے نہیں بلکہ فقط اپنی قوم اور قبیلہ کے لیے لڑ رہا ہوں۔ (سیرت المصطفیٰ، صد ۱۵، جلد دوم)

آدابِ جہاد

۱۔ جب جہاد کے لیے نکلو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکلو۔

۲۔ اتراتے ہوئے اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔

۳۔ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو

۴۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔ یہ آداب سورہ انفال میں آئے ہیں۔

۵۔ اپنی کثرت، ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلت سے گھبراؤ نہیں۔ ہر حال میں خداوند ذوالجلال پر اعتماد اور بھروسہ رکھو فتح و نصرت کا مالک صرف اسی کی ذات کو جانو۔

۶۔ جب سوار ہونے لگو تو اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد رکھو۔ اس نے تمہاری آسائش کے لیے یہ سامان پیدا فرمائے ہیں اور یہ سوار ہوتے وقت پڑھو۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

۷۔ جب کسی بلندی پر چڑھو تو خدائے ذوالجلال کی عظمت و کبریائی کا خیال رکھ کر اللہ اکبر کہو۔ جب پستی میں اور نشیب کی طرف اترو تو سبحان اللہ کہو کہ وہ ذات ہر پستی سے پاک منزہ ہے

۸۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے فضل و کرم سے فتح و ظفر نصیب فرمائے تو امیر لشکر (کمانڈر) کو چاہیے کہ مجاہدین کی صفیں قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی تعریف و شکر ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے فتح عطا فرمائی ہے۔ مختصر شکر ادا کرنے کے یہ کلمات ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ (حصن) بہت بہت شکر ہے اس ذاتِ پاک کا جس کی عزت اور عظمت کی بدولت اچھے کام پورے ہوتے ہیں (یا یہ الفاظ کہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ ط

۹۔ فتح و نصرت کے بعد بطور فخریہ نہ کہے کہ ہم نے فتح کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے کہ اُسنے اپنے فضل و کرم سے اور رحمت سے ہم کو فتح دی۔

۱۰۔ کوئی کتا یا بجنے والی ٹلی گھنٹہ وغیرہ ریڈیو ساتھ نہ ہوں۔

۱۱۔ عیش و عشرت کے سامان ساتھ نہ ہوں نماز باجماعت ادا کریں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اسلامی جہاد کی یہ شان ہے کہ دیکھنے میں مجاہدین کا لشکر ہے اور در پردہ نور السمٰوٰتِ و الارض کے عاشقوں کا گروہ جا رہا ہے۔

جہاد کی اقسام

جہاد کی دو اقسام ہیں ایک دِفاعی اور دوسری اِقدامی۔ دِفاعی یہ ہے۔ کہ کافروں کی کوئی قوم ابتداءً تم پر حملہ آور ہو تو تم اسس کی مدافعت کے لیے مقابلہ کرو۔ جہاد کی یہ قسم دفاعی ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے (ترجمہ) اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند فرماتے ہیں، سورۃ بقرہ، دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ پہلے آ گیا حکم جہاد میں۔

دوسری قسم اقدامی ہے یعنی جب کفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی خطرہ میں ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تمام دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور جارحانہ اقدام کرو۔ تاکہ اسلام اور مسلمان، کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۝ اسی قسم کا جہاد ہے کہ اے مسلمانوں تم کافروں سے لڑو یہاں تک جہاد قتال کرو کہ کفر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے۔ اس آیت میں فتنہ سے کفر کی

قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے۔
(سیرت المصطفیٰ جلد ۲)

خدا کے راستہ میں تیر اندازی کرنے اور سیکھنے کی ترغیب

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا۔ کہ آیت وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ یعنی دشمنوں کے مقابلے کیلئے جتنے تم سے ہو سکے قوت کا سامان جمع کرو۔ قوت سے مراد تیر اندازی بھی ہے۔ (مسلم) اس حدیث شریف کی تشریح حضرت مولانا شیخ الاسلام ظفر احمد تھانوی رح نے اپنے رسالہ جہاد میں یہ فرمائی ہے آج کل تیر کی جگہ رائفل اور بندوق، توپ راکٹ کا نشانہ سیکھنا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمی جنت میں جائیں گے۔ تیر بنانے والا چلانے والا اور پکڑانے والا۔

جہاد کیلئے مسلح رہنا فرض عین ہے

حضرت مولانا شیخ التفسیر احمد علی لاہوری رح اپنے رسالہ استحکام پاکستان میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جس طرح اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ دونوں امر کے صیغے ہیں۔ ان دونوں صیغوں سے یہ ثابت ہے کہ ہر مسلمان کے ذمہ نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا فرض عین ہے بعینہٖ اسی طرح اَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الخ کا حکم ہے۔ یعنی ہر مسلمان کو حکم دیا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق جنگی ہتھیاروں سے مسلح رہے اور کوئی مسلمان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

لفظ قوۃ

اوپر والی آیت کریمہ میں جو لفظ قوت کا آیا ہے کہ قوت جمع کرو۔ اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش فنون جنگ کی مشق اور سیکھنا بھی ہے۔ قرآن میں اس زمانے کے مطابق (پلے ہوئے گھوڑے تلوار، تیر وغیرہ کا ذکر ہے) اور یہ قوت کا لفظ عام ہے۔ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے اس زمانہ کے تیر تلوار نیزے تھے۔ اس کے بعد بندوق اور توپ کا زمانہ آیا۔ اب بموں اور راکٹوں کا زمانہ ہے لفظ قوت ان سب کو شامل ہے اس لیے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت ٹینک شکن توپیں، لڑاکا طیارے آبدوز کشتیاں جمع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سب قوت میں داخل ہے اور سیکھنا سکھانا وغیرہ تیاری سب جہاد کے حکم میں ہے۔ (معارف القرآن صـ ۲۷۳)

تین قسم کا جہاد ہے

چونکہ جہاد کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں سے دفاع ہے اور دفاع ہر قوم کا جدا ہوتا ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ (ابوداؤد ونسائی)

ترجمہ: جہاد کرو مشرکین سے اپنے مالوں کے ساتھ جانوں کے ساتھ اور زبانوں کے ساتھ، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس طرح سے دفاع وجہاد ہتھیاروں سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلم سے بھی۔ قلم بھی زبان ہی کے حکم میں ہے اور یہ بھی اسلامی جہاد میں داخل ہے (حوالہ بالا)

فرضیت جہاد

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۶ میں جو ارشاد ہوا ہے کہ جہاد تم پر فرض ہے اس کے بارے میں چند مسائل پڑھیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رح معارف القرآن جلد اول صـ ۴۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورہ الصدر آیات میں پہلی آیت یعنی تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر ہر حالت میں فرض عین ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فریضہ فرض عین کے طور پر ہر مسلمان پر عاید نہیں ہوتا بلکہ فرض کفایہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کرے تو باقی مسلمان سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ ہاں کسی زمانہ میں یا کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضۂ جہاد ادا کرنے والی نہ ہو تو سب مسلمان ترک فرض کے گنہگار ہو جائینگے۔

ایک حدیث شریف

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:۔ اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کا یہ مطلب ہے کہ قیامت تک ایسی جماعت کا موجود رہنا ضروری ہے جو فریضۂ جہاد ادا کرتی رہے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت شریفہ میں ہے کہ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو تارکین جہاد پر فضیلت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔

جہاد فرض کفایہ ہونے کی ایک دلیل

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی جہاد میں جانے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ جاکر ان کی خدمت کرکے جہاد کا ثواب حاصل کرو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔

جہاد فرض کب ہوتا ہے؟

اول۔ اگر کسی وقت امام المسلمین ضرورت سمجھ کر نفیر عام کا حکم فرمائے اور سب مسلمانوں کو جہاد کا حکم دے تو سب پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ خدا نہ کرے کسی وقت کفار کسی اسلامی ملک پر حملہ آور ہوں اور مدافعت کرنے والی جماعت دفاع کرنے پر قادر نہ ہو اور ناکافی ہو تو اس وقت بھی یہ فریضہ متعدی ہوکر پاس والے مسلمانوں پر یہاں تک کہ پوری دنیا کے ہر ہر فرد مسلم پر ایسے وقت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے

مسئلہ: اس لیے جب تک جہاد فرض کفایہ ہو۔ اولاد کو اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جو شخص قرضدار ہو اسے بھی جب تک قرض ادا نہ کرے جہاد فرض کفایہ میں حصہ لینا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جب فرض عین ہو جہاد تو پھر نہ قرض داروں سے، نہ والدین سے نہ بیوی کو شوہر سے پوچھنے کی ضرورت ہے سب شریک ہو سکتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۲، صـ ۴۶۲)

حضرت ثوبان رض سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کے ہوتے ہوئے کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہے (۱) شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی (۳) جہاد میں، لڑائی سے بھاگ جانا (طبرانی)

بقیہ: امیر کا انتخاب

مسلمان ہو اور ضروریات دین سے واقف بھی ہو اور ضروریات دین پر کاربند بھی ہو لیکن ساتھ ساتھ وقت حاضرہ کی سیاست انتظام مملکت، امور مدافعت سے بھی حسب الحال واقفیت رکھتا ہو۔ اور ان امور کی طرف شریعت میں اشارہ بھی موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد شموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں انتخاب امیر کا مسئلہ پیش آیا تھا۔ شموئیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو قوم سے سلطنت کے لیے منتخب کیا ہے۔

اس واقعہ پر سلطان کے لیے علمی عظمت کے ساتھ جسمانی قوت بھی ضروری قرار دی گئی ہے کیونکہ اس وقت میدان جنگ میں، جہاد میں تیر و کمان، تیغ و تفنگ، نیزوں و درعوں کا استعمال ہوتا تھا۔ جس میں بدنی طاقت وجسامت کی ضرورت تھی۔ لہٰذا آج کل بھی اسلامی مملکت کے سربراہ کے لیے ضروریات دین کے ساتھ امور مملکت اور ضروریات سلطنت سے واقفیت ضروری ہے۔ باقی موجودہ طریقہ انتخاب چونکہ یہ غیر مسلم کا وضع کردہ ہے لہٰذا مسلمانوں کے لیے یہ طریقہ انتخاب قابل قبول وعمل نہیں ہے۔ کیونکہ بالغ رائے دہی کا طریقہ انتخاب، انتخاب خلفاء وامراء کے لیے اسلامی روایات میں ثابت نہیں ہے بلکہ انتخاب امیر چونکہ ایک اہم اسلامی شرعی مسئلہ ہے اور مسلمان بحیثیت اسلام اسلامی مسائل میں غیر مسلم کا اتباع نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ غیر مسلم کے وضع کردہ قانون کو اسلامی قانون کہا جائے۔ لہٰذا اگر کسی مملکت کو اسلامی قوانین کے مطابق چلانا مقصود ہو تو اس کے اجراء کے لیے اسلامی قانون دانوں کی ضرورت ہوگی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: العلم قبل القول والعمل (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب)

ترجمہ: ہر گفتار و کردار کے لیے پہلے علم درکار ہے — بہر حال منصوصات شرعیہ کے خلاف رائے عامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کسی مملکت میں بقانون اسلام انتخابات مقصود ہو تو پہلے عہدہ کے مطابق ہر امیدوار کے لیے اسلامی تعلیمات کا کوئی کورس اور معیار مقرر کرنا چاہیئے کہ اس معیار کا تعلیم یافتہ اس عہدہ کے لیے امیدوار بن سکتا ہے اور اہل الشوریٰ کے لیے بھی کوئی اسلامی تعلیمات کا کورس اور معیار مقرر ہونا چاہیئے کہ اس نصاب کا تعلیم یافتہ اہل الشوریٰ واہل الرائے بن سکتا ہے

یادِ رفتگاں

حضرت الحاج الحافظ غلام یاسین قدس سرہ

ایڈیٹر کے قلم سے :

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " البرکۃ مَعَ اکابرکم " (مستدرک وقالا صحیح) نبوت کی صداقت شعار زبان سے نکلی ہوئی ہر بات صحیح اور درست ہے اس کی سچائی میں ذرہ برابر کلام نہیں اور جسے کلام ہو وہ مسلمان نہیں تاہم بعض ارشادات ایسے ہیں جن سے جب تک عملی پالا نہ پڑے بات بنتی نہیں ——— ۲۴ / دسمبر سنہ ۱۹۸۰ء مغرب کی نماز کے متصل بعد ہمارے مخدوم و مطاع استاذ گرامی مرتبت جدّنا المکرم حضرتِ الحاج حافظ غلام یاسین صاحب قدس سرہٗ کا سانحہ ارتحال کیا ہوا کہ ہماری دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور ہمیں جب احساس ہوا کہ " اکابر سے برکت " کا کیا مفہوم ہے۔

——— حضرت المخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ ۸۹ سال کی قریب عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی پوری عملی زندگی خدمتِ قرآن میں بسر ہوئی جس میں سے کم وبیش ساٹھ برس تو باقاعدہ تدریسی زندگی کے ہیں اس عرصہ میں ہزاروں طلبہ نے استفادہ کیا۔ ان گنت حافظِ قرآن بن کر نکلے اور آج کراچی سے پشاور تک مصروف تدریس ہیں ——— ان کی تدریس کا بڑا حصہ بھیرہ کی مرکزی جامع مسجد میں قائم دارالعلوم عزیزیہ اور اس کے بعد اپنے محلّہ کی مسجد میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن میں گزرا لیکن اتنے بے لوث طریق سے کہ اس کی مثال خال خال ہی ملتی ہے ———

سیّدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے آپ کا تعلّق تھا۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک شجرہ نسب تصدیق شدہ موجود ہے۔ عرب کے بعد آپ کے اجداد ضلع جہلم کے مشہور قصبہ کلر کہار میں قیام پذیر ہوئے اور اب سے سوا دو سو سال پہلے یہ خاندان مشہور تاریخی قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں آباد ہوا جہاں خاندان کے افراد نے کاشت کاری اور دوسرے پیشے اختیار کیے لیکن علمی و دینی سلسلہ برابر جاری رہا۔ مرحوم خود بھی ابتداء میں کاشتکاری کرتے اور ساتھ ہی طلبہ کو قرآن عزیز کی تعلیم دیتے سنہ ۱۹۲۶ء کے آخر میں یہ سلسلہ ترک فرما دیا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت الحافظ چراغ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو بگّہ ضلع جہلم کا مشہور علمی خاندان جسے محدثین دہلی سے براہ راست اکتسابِ فیض کی سعادت حاصل ہوئی تھی اور جو بعد میں مستقل بھیرہ میں آباد ہو گیا تھا، کے سربراہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا محمد ذاکر رحمہما اللہ تعالیٰ تعزیت کے لیے تشریف لے گئے آپ کے برادر بزرگ حضرت الحافظ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تعزیت کی چونکہ ہمارے جو بزرگ وار پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ مولانا عبدالعزیز بگوی رح نے انہیں گود میں اٹھایا پیار کیا اور فرمایا کہ علم تمہارا جدّی ورثہ ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ برادرِ بزرگ نے عرض کیا کہ قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ دعا کریں ——— والد بزرگوار کا کل منقولہ ترکہ ایصالِ ثواب کے طور پر غربا میں بانٹ دیا، اور اپنے لیے کوئی چیز نہیں رکھی۔ حافظ غلام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو قرآن عزیز سے جو لگاؤ اور تعلّق تھا اس کا چرچا بھیرہ اور نواح میں مدتوں رہا۔ تین میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ حافظ میاں اشرف جی صاحب رح کی مسجد میں جا کر نماز تہجد ادا کرتے اور اس میں کئی کئی پارے تلاوت فرماتے۔ محلہ پیر اعظم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد تخت والی میں نماز پڑھاتے بھیرہ کے بڑے بڑے اہل اللہ اقتداء میں نماز پڑھتے اور فرمائش کرتے کہ لمبی سورتیں پڑھی جائیں۔ جب انتقال ہوا۔ تو جنازہ کے ساتھ مشائخ اور اہل اللہ جنازہ کے ساتھ دھاڑیں مار مار کر روتے اور کہتے کہ حافظ جی یتیم کر گئے۔ اب قرآن کون سنائے گا؟ ایک ایک رات میں قرآن کا

ختم معمول تھا۔ حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب بگوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز بھیرہ کی جامع مسجد کے منبر پر ان کے قرب الٰہی اور عند اللہ مقبولیت کی جو بات کہی وہ عجیب و غریب تھی فرمایا کہ شریعت کی اجازت نہیں ورنہ مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفا کے بقیع غرقد میں ان کی نعش دفن شدہ دکھا سکتا ہوں۔

——— حضرت الحافظ غلام یٰسین صاحب ؒ نے سنہ ۱۹۲۶ء میں کاشتکاری کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد آپ نے ضلع گجرات کے مشہور قصبہ منڈی بہاؤالدین میں بھیرہ ہی کے ایک مخلص دوست میاں محمد رمضان صاحب بھٹی کی ایما پر قرآن عزیز رمضان میں سنایا۔ اس قصبہ میں سکھ آبادی بہت تھی۔ نماز کی کوئی جگہ نہ تھی مسافرانِ راہ خدا سڑک پر چٹائیاں بچھا کر رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے، خوش الحان اور رفیع الصوت آپ غضب کے تھے اور یہ خوبی علالت اور نقاہت کے باوجود آخر تک رہی۔ تراویح کے دوران سکھ سڑک کے کنارے کھڑے رہتے اور بعد میں دعائیں دیتے واپس چلے جاتے قصبہ مونگ کے قریب ایک گاؤں والوں نے بڑی لجاجت کے ساتھ اپنے گاؤں میں تدریس کے لیے آمادہ کیا۔ ۲½ سال وہاں رہے۔ پھر نصیر پور رانجھا میں منتقل ہو گئے یہاں حضرت مولانا گل محمد مرحوم قیام پذیر تھے۔ جن کے آپ کے والد مرحوم کے مخلصانہ تعلقات تھے اور ایک ہی شیخ سے نسبت تھی۔ سنہ ۱۹۲۸ء کے آخر میں وہاں گئے۔ لیکن تین سال بعد دل اچاٹ ہو گیا تو وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شہید بگوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس سمندری ضلع فیصل آباد تشریف لے آئے اور ایک ماہ وہاں قیام رہا۔ مولانا نصیر الدین حضرت قیوم زماں، مولانا احمد خاں صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ سراجیہ نقشبندیہ کندیاں ضلع میانوالی سے نسبت خاص رکھتے تھے، مرحوم کا گھرانہ للّٰہ ضلع جہلم کے نقشبندی مشائخ قدس اللہ اسرارہم سے متعلق تھا لیکن موصوف مزید ترقی کے لیے بہتر سے بہتر کی تلاش میں تھے۔ مولانا نے حضرت قیوم زماں رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دلائی آپ وہاں سے سیدھے خانقاہِ سراجیہ حاضر ہوئے۔ دیکھتے ہی شیخ کے گرویدہ ہو گئے تین ماہ قیام کر کے سلوک کی منازل طے کیں۔ خانقاہِ سراجیہ کا رمضان عجیب پر بہار ہوتا تھا اور اب بھی الحمد للہ ایسا ہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور قطب عالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہما کی طرح یہاں بھی سینکڑوں متوسلین کا جم غفیر ہوتا۔ تلاوت و مراقبہ اور ذکر و فکر کی روحانی مجالس سے سارا ماحول منوّر ہوتا آپ نے ۱۸ سے ۲۹ / رمضان تک یہاں حضرت شیخ کو قرآن سنایا عید الفطر کے بعد واپس تشریف لائے ہفتہ بعد حضرتِ اقدس مولانا ظہور احمد بگوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر بھیرہ تشریف لائے مولانا المحترم بڑے مجاہد قسم کے بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب قدس سرہٗ سیالوی جیسے انگریز دشمن اور خلافتی بزرگ سے نسبت تھی۔ ان کے بعد کندیاں تعلّق ہوا جب حضرت بھیرہ تشریف لائے تو مولانا نصیر الدین صاحب بھی تھے جنہیں حضرت سے اخلاص اور بے تکلّفی کا تعلّق حاصل تھا۔ رات انہوں نے حضرت سے جامع مسجد میں درس قرآن کی شدید ضرورت کا عرض کیا اور درخواست کی کہ آپ حافظ غلام یٰسین صاحب کو حکم دیں کہ وہ اپنی خدمات مدرسہ کے لیے وقف کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بیٹھے ہیں چاہیں تو کام شروع کر دیں۔ مولانا حکم دینے کا عرض کرتے آپ نے اپنا شہر ہونے کے سبب معذرت کی کہ یہاں دوست ہیں تو دشمن بھی ہیں کل کلاں کسی نے بدمزگی پیدا کر دی تو کیا ہوگا۔ مولانا ظہور احمد صاحب نے کہا کہ مجھ سے زیادہ آپ کے مخالف نہیں ہوں گے۔ الغرض اتوار پیر کی درمیانی شب سحری کے وقت شمالی ہال کمرہ میں مصروف دعا و استغفار تھے کہ مولانا نصیر الدین صاحب نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں اور حافظ صاحب کو حکم دیں کہ صبح کام شروع کر دیں۔ قرآن کی برکات آپ کے شامل ہوں گی۔ سنہ ۱۹۳۱ء سے جولائی سنہ ۱۹۶۱ء تک پورے تیس برس آپ نے وہاں خدمت قرآن کی۔ گھر سے پانچ چھ فرلانگ کا فاصلہ تھا صبح کی آذان سے قبل وہاں پہنچ جانا اور عشا کے بعد واپس آنا معمول تھا اور کیسا ہی موسم ہو اس معمول میں فرق نہیں آیا۔ بھیرہ میں ایک عرصہ ہوا شدید قسم کے سیلاب آئے۔ لیکن آپ اپنے عزیز طلبہ کی خبر گیری کے لیے اپنے معمول کو نبھاتے رہے۔ دارالعلوم عزیزیہ کا وہ دور بڑے عروج کا تھا۔ قرآن اور کتب کے درجہ میں سینکڑوں طلبہ تھے ان کے کھانے پینے کا سب نظام آپ کے سپرد تھا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جیسی نگہداشت مہمانانِ رسولِ عربی کی آپ نے کی اس کی مثال کم ملتی

ہے۔ آپ کی جامع مسجد تدریس کے دوران جن دوسرے حضرات نے وہاں تدریسی خدمات انجام دیں ان میں حضرت مولانا خدابخش صاحبؒ سابق مدرس امینیہ دہلی، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاںؒ، مولانا مفتی سیاح الدین، مولانا شفیع اللہ صاحبؒ سابق مدرس حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا غریب اللہ صاحبؒ مہتمم مدرسہ مانکی ضلع مردان جیسے حضرات شامل ہیں۔ ان میں سے جو حضرات بقید حیات ہیں ان میں سے بعض خود تعزیت کے لیے تشریف لائے اور عجیب و غریب واقعات سنائے۔ تو بعض نے اپنے طویل تعزیتی خطوط میں مرحوم کی خدا خوفی، بے لوثی، طلبہ سے تعلق خاطر اور قرآن عزیز سے گہرے لگاؤ کی شہادت دی۔ دارالعلوم عزیزیہ کا شعبہ تبلیغ بڑا موثر اور فعال تھا۔ جس میں خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (جزوی طور پر) مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالرحمان میانوی جیسے حضرات تبلیغی مشاغل سرانجام دیتے رہے خود مہتمم مدرسہ مولانا ظہور احمد بڑے غضب کے مقرر اور مجاہد عالم تھے۔ حضرت امیر شریعتؒ حضرت لاہوریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰنؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ جیسے حضرات سے ان کا خصوصی لگاؤ اور تعلق تھا۔ فرق ہائے باطلہ کی تردید میں ان کی تنہا خدمات ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ حضرت الشیخ مولانا احمد خاںؒ کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت جدامجد نے تعلق قائم کیا۔ مولانا ظہور احمد بگوی بھی انہی سے متعلق ہوئے اور حضرت کے سانحہ ارتحال کے بعد ان کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا خان محمد صاحب زید مجدہم سے رابطہ رہا اور آپ کا خاندان بھی قریبًا قریبًا سب اسی مرکز رشد و ہدایت سے وابستہ ہے۔ ان حضرات گرامی کی اس خاندان پر شفقت بھی مثالی تھی اللہ تعالیٰ دنیا سے جانیوالوں پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور موجود حضرات کا سایہ شفقت تادیر قائم رکھے۔

۱۹۶۱ء میں پورے تیس سال کے بعد دارالعلوم عزیزیہ سے علیحدگی اختیار کی۔ آپ کے اہلِ خاندان نے آپ کی نقاہت اور بڑھاپے کی خاطر آرام کی درخواست کی لیکن اس شغل عزیز میں متاع حیات کھپانے کے جذبہ نے محلہ کی مسجد میں ڈیرا ڈالنے پر مجبور کر دیا طلبہ کا جم غفیر ہو گیا اور اہلِ محلہ نے بھرپور تعاون کیا اور کر رہے ہیں یہاں عرصہ تک تعلیم و تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ جب کمزوری بڑھ گئی۔ تو چھوٹے صاحبزادے مولوی حافظ محمد حفظ الرحمٰن صاحب فاضل جامعہ سراج العلوم سرگودھا کو ذمہ داریاں سونپ دیں۔ تاہم آخر وقت تک دن کا بڑا حصہ مسجد و مدرسہ میں گذارتے اور طلبہ کی منزلیں وغیرہ سماعت فرمانے کے علاوہ دس پندرہ پارے خود تلاوت فرماتے۔ یہ سلسلہ وفات سے ایک ہفتہ قبل ۲۶ر نومبر ۱۹۸۰ء تک رہا۔ ۱۹۶۵ء میں اپنے بڑے صاحبزادے احقر کے والد بزرگوار مولانا محمد رمضان علوی کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پوری اولاد کو دینی علوم کی طرف متوجہ کیا خاندان بھر کے اکثر و بیشتر حفاظ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے آں مرحوم کی شاگرد ہے آپ کے اپنے دو ہی صاحبزادے ہیں جو عالم و حافظ اور مصروف خدمتِ دین ہیں۔ بڑے صاحبزادے کی اولاد میں پانچ بچے دو بچیاں حافظ ہیں۔ تیسری بچی شدید علالت کے سبب تکمیل نہ کر سکی۔ بچے بچیاں (دو چھوٹوں کو چھوڑ کر جو مصروف تعلیم ہیں) سب دینی علوم سے بہرہ ور اور مصروفِ خدمت ہیں (یہ احقر اپنی نالائقیوں کے سبب کسی کام کا نہ ہو سکا) چچا محترم کی اولاد مصروف تعلیم ہے۔ مرحوم اسی وراثت کو چھوڑ کر گئے ورنہ چند ذاتی استعمال کے کپڑوں کے علاوہ کچھ نہ تھا اور ہمیں ہمیشہ اس خدمت میں لگے رہنے کی نصیحت فرمائی (اللہ تعالیٰ استقامت دے)، آپ کی دو صاحبزادیاں بھی قرآنی تدریس میں مصروف ہیں اور اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ سارا گھرانہ اس راہ پر سرگرم عمل ہے۔

۲۶ر نومبر کو احقر کے والدین سفر حرمین سے واپس آئے ان کی خوشی دیدنی تھی پھر اس ہفتہ میں طبیعت سنبھلی اور گرتی رہی تا آنکہ ۲ر نومبر کو جمعرات کے دن کا معلوم کیا ابا جان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی میرا جنازہ خود پڑھانا اور بھیا سے اپنی چارپائی کسی مستحق کو دیدینے کی تلقین کی اور بالآخر قرآن عزیز کا یہ مخلص و خاموش خادم ۴ر دسمبر نماز مغرب سے متصل چند لمحوں کی دیر میں اس دنیا سے منہ موڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔ احقر اپنی بدقسمتی سے وہاں موجود نہ تھا لیکن موت کا منظر بقول ابا جان قابلِ دید تھا اور بعد میں چہرہ کی کیفیت، تبسم برلب اوست کا مصداق — شب جمعہ شروع ہوتے ہی دنیا سے رخصت ہوئے تو بعد نماز جمعہ بھیرہ کی تاریخ میں مثالی جنازہ ہوا جس میں علاقہ بھر کے علماء، صلحا، طلبہ، تجار اور ہر طبقہ کے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں۔ (مدیر)

تاریخ دعوت و عزیمت (حصہ چہارم)

مصنف :- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب
قیمت :- پینتیس روپے ۳۵/-
ملنے کا پتہ :- مجلس نشریات اسلام۔ ۱۔ کے۔ ۳۔ ناظم آباد ۱ کراچی نمبر ۱۸

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی جو علی میاں کے محبت بھرے نام سے معروف ہیں اتنی عظیم اور معروف شخصیت ہیں کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں بسنے والا کوئی باشعور مسلمان ان سے ناواقف نہیں بلکہ مجھے کہنا چاہیئے کہ انسانی برادری کے بہت سے پڑھے لکھے لوگ ان سے واقف ہوں گے۔ ایک مجاہد اور اہلِ علم گھرانے کا یہ فرد اسلام کے پیغام سرمدی کو پھیلانے کی خاطر کہاں کہاں نہیں گیا؟ واقعہ یہ ہے کہ ربع مسکون کا بڑا حصہ اس بندۂ خدا نے اپنے پاؤں تلے روندا لیکن وہ محض سیر و سیاحت کے شوق میں ادھر ادھر نہیں گیا اس نے یہ تمام اسفار کلمۃ الحق کی سربلندی کے لیے کئے اور ایک داعی حق کی طرح لاکھوں کروڑوں انسانوں تک وہ پیغام پہنچایا۔ اس کے علاوہ اس نے لکھا اور بہت کچھ۔ اور اب تک برابر لکھ رہا ہے اس کا لکھا ہوا دنیا کی متعدد زبانوں میں چھپا اور چھپ رہا ہے۔ عربی کا وہ اتنا بڑا انشاپرداز اور صاحب قلم ہے کہ اس کے قلم کی جولانی کے اہلِ عرب نہ صرف معترف ہیں بلکہ وہ اس کے مداح ہیں اور سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی اس کی تحریرات پر سر دھنتے ہیں، فارسی جیسی شیریں زبان جاننے والے اس کی تحریرات کو عظیم سرمایہ خیال کرتے ہیں ترکی اور انگریزی میں ان کی چیزیں سامنے آئیں تو ان زبانوں کے جاننے والوں نے اس کا زبردست خیر مقدم کیا۔ ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں کے علاوہ اردو زبان میں اس کی گرانمایہ تصانیف سے ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا — اس وقت جو کتاب ہمارے سامنے ہے وہ موصوف کی معروف کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کا حصہ چہارم ہے جو برصغیر کی نادر شخصیت اور الف ثانی کے مجدد حضرت الشیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات و تعلیمات پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ اٹھارہ سال کے طویل وقفہ کے بعد سامنے آیا ہے گویا اٹھارہ برس قبل تین حصے سامنے آئے جن میں عالم اسلام کی نامور دینی شخصیات کا تذکرہ تھا جنہوں نے اپنی مخلصانہ جدوجہد اور اپنے حسن کردار و عمل سے انسانی نسل پر گہرا اثر ڈالا۔ فاضل مصنف نے "عرض مدعا" میں نہ صرف اس طویل وقفہ کے اسباب کا ذکر کر دیا ہے بلکہ انہوں نے بڑی تفصیل سے اس حصہ کے مضامین اور اس ذات گرامی کی شخصیت پر روشنی ڈالی ہے جس کے ارد گرد یہ کتاب گھومتی ہے۔

کتاب کے ابواب میں پہلا باب "دسویں صدی کے عالم اسلام" کی تفصیلات پر مشتمل ہے کیونکہ کسی شخصیت پر لکھنے اور اس کے کام کا تجزیہ کرنے کے لیے اس کے ماحول کو جانچنا از بس ضروری ہے اور یہ باب اسی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ دوسرے باب میں مغلیہ خاندان کے عظیم فرمانروا اکبر کے دورِ حکومت پر مشتمل ہے۔ مولانا نے بڑی تفصیل سے اکبر کی مذہبی اور دین دارانہ زندگی اور پھر اس کے مزاج کی تبدیلی پر گفتگو کی ہے اس ضمن میں ان مذہبی عناصر کو بے نقاب کیا گیا ہے جن کے حب جاہ اور خود غرضیوں نے اکبر جیسے عبقری کو غلط رخ پر ڈال کر اپنا تنور شکم تو بھر لیا لیکن دین اور اہلِ دین کے لیے مصائب کا طوفان کھڑا کر دیا — تیسرا باب حضرت مجدد قدس سرہٗ کے حالات زندگی کے اس حصہ پر مشتمل ہے جس کا تعلق ابتدائی عہد سے ہے یعنی ولادت سے خلافت ملنے تک۔ چوتھا باب۔ اہم حالات و واقعات ارشاد و تربیت اور وفات تک کے حصہ کے لیے مختص ہے۔ پانچویں باب میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے دائرہ تجدید کے مرکزی نقطہ سے متعلق ہے جس میں موصوف نے بڑی وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا تجدیدی کام نبوت محمدی پر ایمان و اعتماد کی تجدید

سے متعلق ہے کیونکہ اس دور کی فتنہ سامانیاں در اصل نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت تھیں جن کے سامنے آپ نے بند باندھا۔ چھٹے باب میں "وحدت الوجود اور وحدت الشہود" جیسے نازک ترین مسائل پر سنجیدہ اور شُستہ علمی بحث ہے جب کہ ساتویں باب میں فاضل مصنّف نے اکبر سے جہانگیر تک سلطنت کو راہِ راست پر لانے کے لیے آپ کی خاموش جدوجہد کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور آٹھواں باب جو کتاب کا آخری باب ہے اس میں آپ کے بڑے خلفاء یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت سید آدم بنوری قدس سرہما کے حالات پر مشتمل ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ان دونوں حضرات کے ذریعے آپ کے تجدیدی کام کی توسیع وتکمیل کس طرح ہوئی؟ اس ضمن میں دیارِ عرب میں آپ کے سلسلہ کی اشاعت اور ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد یعنی تحریک حضرت شاہ سید احمد شہید قدس سرہٗ پر گفتگو کی گئی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا فاروقی مجدّد سے گہرا رابطہ تھا اور آپ کے اسلاف نسلاً بعد نسلٍ اِس سِلسلہ دعوت وارشاد سے متعلق تھے —— بہر حال شیخ مجدّد قدس سرہٗ کی سیرت و سوانح اور آپ کے کام پر یہ بڑی مبسوط اور مفصل کتاب ہے اور ہمارے خیال میں حضرت المخدوم مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تالیف لطیف حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے بعد اس پائے کی کوئی کتاب نہیں۔ آپ کے ایک عزیز جناب محمد غیاث الدین ندوی کا مرتب کردہ اشاریہ شامل ہے جس سے شخصیات، اقوام وقبائل کتابیات، مقامات وغیرہ کی تفصیلات معلوم ہوسکتی ہیں ——

ہمارے فاضل دوست اور مولانا کے عزیز ترین شاگرد نیز پاکستان میں ان کی کتابوں کے واحد باضابطہ ناشر مولانا فضل ربی نے بڑے خلوص ومحبت سے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔ ۴۳۶ صفحات کی یہ خوب صورت ترین کتاب جسے پلاسٹک کور سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پتہ بالا سے دستیاب ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب مولانا کی دوسری کتابوں کی طرح قبولیت عامہ حاصل کرے گی — اللہ تعالیٰ مولانا المحترم کو تادیر سلامت رکھیں تاکہ وہ اس سلسلہ کو آگے بڑھا سکیں۔ بلکہ اس کی تکمیل کر سکیں۔

تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کی ذات گرامی سے تمام لوگ واقف ہیں۔ نصف صدی کے قریب ہُوا۔ مولانا الفرقان کے ذریعے خدمتِ دین وعلم میں مشغول ہیں۔ اور ان کا بےنظیر تصنیفی کام اس پر مستزاد! زیر تبصرہ کتاب میں پانچ مضامین ہیں جو مختلف وقتوں میں الفرقان میں شائع ہُوئے اور اب شدید ملّی ضرورت کے تحت انہیں یکجا کر دیا گیا نفس مضمون پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں نام سے سب کچھ ظاہر ہے۔ مولانا کی خوبی یہ ہے کہ وہ آخرت کی مسئولیت کا پورا لحاظ رکھ کر لکھتے ہیں اس لیے ہر بات میں وزن ہوتا ہے اور وہ معیاری ہوتی ہے۔ عمران اکادمی مسلم آباد شالا مار ٹاؤن لاہور سے یہ کتاب ۵/۵۰ روپے میں دستیاب ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ تبلیغی جذبہ سے اسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔

چودھویں صَدی کا آخری مجاہد

جامعہ قاسمیہ گلبرگ لاہور کے بانی ومہتمم مولانا عبدالحلیم کا یہ مختصر رسالہ حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہٗ سے متعلق ہے۔ اس میں ایک حصّہ تو مرتب رسالہ کے ذاتی جذبات وتاثرات پر مشتمل ہے اور دوسرے حصّہ میں مفتی صاحب مرحوم کا وہ فتوٰے ہے جو آپ نے "نظام زکوٰۃ" سے متعلق مدون فرمایا تھا — اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ مولانا قاسمی کا یہ رسالہ بہر حال قابلِ قدر ہے جو ایک روپیہ میں جامعہ قاسمیہ گلبرگ ۲ لاہور سے دستیاب ہے۔

بقیہ: یادِ رفتگان

مسلمانوں نے شرکت کی اباجی نے وصیت کے مطابق جنازہ پڑھایا اور عصر کے قریب اس منبع علم وشرافت اور جود وسخا کو ہزاروں غمگساروں نے خاندانی قبرستان میں سپردِ لحد کر دیا۔

فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اپنے بزرگوں مخلصین اور احباب سے یہی درخواست ہے کہ وہ آنمرحوم کے رفع درجات اور ہماری استقامت کے لیے دعا فرمائیں۔

—— والاجر علی اللہ تعالیٰ

تاریخہائے وفات حضرت الحاج حافظ غلام یاسین صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ

بھیرہ

ضلع سرگودھا

آہ! مولوی غلام یٰسین رفت

۱۹۸۰ء

"حافظ یٰسین جہانِ وفا سے چلا گیا"

۱۴۰۱ھ

حافظِ قرآں، مجاہد، بندۂ احرار بود
آنکہ یٰسین نام او، یٰسین در کردار بود
بارشِ انوارِ رحمت باد برایں، مرقدے
جوہرِ "قابل کہ شیر بیشۂ ابرار بود"

۱۴۰۱ھ

درویش عصر، دارِ فنا سے چلا گیا
روکا گیا نہ آہ و بکا سے، چلا گیا
تھا جس کا نام "حافظ یٰسین" جہان میں
وہ مردِ حق "جہانِ وفا سے چلا گیا"

۱۱۲۰ + ۲۸۱ = ۱۴۰۱ھ

"امیدوارِ رحمتِ حق باشم، حکیم آزاد شیرازی"

۱۹۸۰ء

نتیجۂ فکر: حکیم آزاد شیرازی، لاہور

۱۔ حلیم الطبع، غلام یٰسین
۲۔ وحید العلماء، غلام یٰسین
۳۔ زبدہ آفاق، غلام یٰسین
۴۔ امام المعالی، غلام یٰسین

۱ ۰ ۴ ۱ ۹

۵۔ آگاہ دل حافظ قرآن ۱۹۸۰ء
۶۔ ادب آموز حافظ قرآن ۱۹۸۰ء

نتیجہ فکر: پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی